

قسط نمبر ۱

جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب

بنگور نمبر ۲۹ (انڈیا)

انبیاء کا مشن اور علماء کی ذمہ داریاں اور عصر جدید میں رسالت محمدی کا نیا اعجاز

۱۔ اختلافی مسائل میں فیصلہ کرنے والی کتاب :- قرآن عظیم جس طرح تشریحی اعتبار سے ایک جامع اور مکمل صحیفہ ہے اسی طرح وہ مکوینی (نیچرل) لحاظ سے بھی ابدی حقائق و کوائف پر مشتمل ایک بے مثال اور حیرت انگیز مجموعہ ہے اور اس کا بنیادی مقصد نوع انسانی کی فکری اور عملی دونوں میدانوں میں اصلاح و رہنمائی ہے۔ یعنی جہاں ایک طرف وہ فکر و نظر کی اصلاح کرتے ہوئے غلط افکار و عقائد اور بے بنیاد فلسفوں کا مدلل طور پر رد کرتا ہے تو دوسری طرف شرعی و اخلاقی حیثیت سے انسانی عمل و کردار کو درست کرنے پر بھی بدلائل زور دیتا ہے، تاکہ اس کے نتیجے میں ایک ایسا خدا پرستانہ اور متوازن معاشرہ وجود میں آئے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ غرض یہ صحیفہ حکمت فطرت و شریعت کی آمیزش کا ایک انوکھا اور منفرد مجموعہ ہے جو افکار و اقدار سے بھرپور انسان کی جملہ ضروریات کا حامل اور ہر حیثیت سے جامع ترین صحیفہ ہدایت ہے اور اس کا ایک اور بہت بڑا وصف یہ بھی ہے کہ وہ قیامت تک پیش آنے والے تمام انسانی افکار و نظریات اور غلط قسم کے فلسفیانہ رجحانات پر اپنے مخصوص انداز میں اور بے لاگ تنقید و تبصرہ کرتا ہے اور نوع انسان کے فکری اختلافات کے درمیان فیصلہ و محاکمہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں انبیائے کرام علیہم السلام کی بحث کا اولین مقصد یہی بتایا گیا ہے کہ وہ ہر دور میں انسانی افکار و نظریات اور ان کے باہمی اختلافات کے درمیان محاکمہ (فیصلہ) کرتے ہوئے صحیح عقائد و افکار کی ترویج کریں اور عقلی دلائل کی روشنی میں خدائی ہدایت کی وضاحت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ پر راہ ہدایت واضح نہ کرنے کا الزام عائد نہ ہو۔ جیسا کہ حسب ذیل آیات سے ان حقائق پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ ”کان الناس امة واحدة، فبعث اللہ النبیین مبشرين ومنذرين وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ“ (ابتداء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر جب انہوں نے باہم اختلاف کیا تو) اللہ نے انبیاء کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے

والے بناکر بھیجا اور ان کے ساتھ اپنی کتاب حقانیت کے ساتھ بھیج دی تاکہ وہ لوگوں کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کر سکے۔ (بقرہ: ۲۱۳)۔ ”رسلاً مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسول“ (ہم نے) پیغمبروں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے والے بناکر بھیجا تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کا اللہ پر کوئی الزام نہ رہے۔ (نساء: ۱۶۰)

”لقد ارسلنا رسلنا بالبينت وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط“ (ہم نے اپنے رسولوں کو یقیناً واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ عادلانہ طور پر قائم رہیں۔ (حدید: ۲۵)۔ چنانچہ ان عینوں مقامات کے مطالعہ سے مجموعی طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کے فکری اختلافات کو دور کرنے اور خدا پرستی کے پرچار کیلئے انبیائے کرام کو اہل ایمان کیلئے مہر اور منکرین کے لئے مندر بناکر بھیجا رہا ہے اور انہیں کتاب ہدایت اور معجزات بھی عطا کرتا رہا ہے۔ اور یہ معجزے دلیل رسالت ہوا کرتے ہیں۔ یعنی ہر نبی کو اسکی نبوت کی نشانی کے طور پر کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا ہے اور کتاب میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں: ایک لوگوں کے فکری اختلافات کا حل اور دوسرے شرعی و اخلاقی ضوابط۔ اس اعتبار سے انبیائے کرام کی بعثت کا اولین مقصد لوگوں کے فکری اختلافات دور کر کے انہیں ایک نقطہ پر جمع کرنا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت جاریہ کے مطابق پیغمبر آخر زمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا ابدی و سرمدی معجزہ عنایت فرمایا جو قیامت تک پیش آنے والے ہر قسم کے فکری و نظریاتی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے نوع انسان کی انحرافی ذہنیت کا توڑ کر سکتا ہے اور دلیل و استدلال کے میدان میں خدائی حجت کو غالب کر کے انسان کو صحیح راستہ دکھا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے صحف سماویں کی اس آخری کڑی کو ہر قسم کے عقلی و منطقی اور علمی و سائنسیک دلائل سے مزین و آراستہ کر دیا گیا ہے۔ ”هدى للناس وبينت من الهدى والفرقان“ (یہ قرآن) لوگوں کے ہدایت نامہ ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کے دلائل موجود ہیں۔ (بقرہ: ۱۸۰) ”هو الذى ينزل على عبده آية بينت ليخرجكم من الظلمت الى النور، وان الله بكم لراء وف رحيم“ (وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح دلائل اتار رہا ہے تاکہ وہ تمہیں تاریکی سے روشنی میں لے آئے اور اللہ یقیناً تم پر بڑا مہربان اور رحمدل ہے۔ (حدید: ۹)

”ولقد انزلنا اليك آية بينت، وما يكفر بها الا الفاسقون“

(اور ہم نے آپ کے پاس روشن دلائل بھیج دیئے ہیں۔ جسے انکار فاسق لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ (بقرہ: ۹۹)

”قل فلتلہ الحجة البالغة“ (کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت (اپنی غایت تک) پہنچنے والی ہوگی۔ (انعام: ۱۴۹)۔ یہ آیات اس بے غبار حقیقت پر سے پردہ اٹھا رہی ہیں کہ قرآن حکیم خدائی دلائل و براہین کا مجموعہ جو ”آیات بینات“ سے لبریز ہے اور اس کا بنیادی مقصد دین الہی سے منحرف لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے اور یہ آیات بینات (روشن دلائل) نوع انسانی کے فکری و نظریاتی اختلافات میں فیصلہ کرتے ہوئے انہیں راہ ہدایت دکھانے والے ہیں جو اتنے روشن اور واضح ہیں کہ ان کا انکار فاسق اور بدکردار لوگ ہی کر سکتے ہیں جو ضد اور ہٹ دھرمی کا راستہ اختیار کرنے والے ہوں۔ غرض ہر دور میں خدائے علیم و خیر ہی کے دلیل و حجت عقلی و منطقی اعتبار سے غالب رہے گی اور قیامت کے دن اس پر کسی قسم کا الزام عائد نہ ہو سکے گا۔ اس بحث سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ کتاب الہی میں بنیادی طور پر دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک نوع انسانی کے فکری اختلافات کا دل اور ان پر محاکمہ اور دوسرے خدائی دلائل و براہین کا وجود۔ اس لحاظ سے کتاب اللہ ”کتاب افکار“ اور ”کتاب دلائل“ ہے۔ گویا کہ یہ فکر انسانی اور اس پر خدائی محاکمہ کرنے والی ایک مختصر ترین اور تاریخی انسائیکلو پیڈیا ہے، جو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام احوال و کوائف کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس حیثیت سے بھی اپنا تعارف خود اس طرح کرانا ہے:

”وانہ لذكرک ولقومک“ (یہ قرآن یقیناً آپ کے اور آپکی قوم کے تذکرہ پر مشتمل) ہے۔ (زخرف: ۴۳)۔ ”ان هو الا ذکر للعلمین“ (یہ تو سارے جہاں کیلئے ایک تذکرہ ہے۔ (عنکبوت: ۲۷)۔ ”بل اتیناهم بذکرهم فہم عن ذکرهم معرضون“ (بلکہ ہم تو ان کا تذکرہ لے کر ان کے پاس آئے ہیں مگر وہ اپنے تذکرہ سے منہ موڑ رہے ہیں۔ (مؤمنون: ۷۱)۔ ”لقد انزلنا الیکم کتاباً فیہ افلا تعقلون“ (یقیناً ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس میں تمہارا تذکرہ موجود ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟) (انبیاء: ۱۰)۔ یہ تمام آیات مجموعی اعتبار سے اس حقیقت پر روشنی ڈال رہی ہیں کہ اس معجز نما کلام حکمت میں پوری نوع انسانی کا ”تذکرہ“ یا اس کی ”فکری داستان“ اعجازی انداز میں موجود ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی دور سے کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے اوپر مذکور آخری آیت میں خطاب ہر دور کے لوگوں سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ہر دور کا انسان اپنے علوم و فنون اور اپنے فلسفوں کی روشنی میں اپنا تذکرہ یا اپنی داستان اس کلام بلاغت رقم میں تلاش کر سکتا ہے۔ اور صحیفہ خداوندی کی اصلی بلاغت یہی ہے جو اس کے لفظی بلاغت سے زیادہ حکیمانہ اور ہر عجمی و عربی کے لئے قابل فہم ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نوع انسانی کے افکار و نظریات کا تحلیل و

تجزیہ اور ان کے اختلافات پر محاکمہ کون کرے گا اور یہ فریضہ کس کے ذمہ ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود قرآن ہی نے دیا ہے کہ یہ فریضہ اصولی طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کے ذمہ ہے کہ وہ کتاب الہی کی روشنی میں یہ خدمت انجام دیا کریں۔ جیسا کہ اوپر مذکور سورہ بقرہ کی آیت اس حقیقت پر روشنی ڈال رہی ہے اور اس کا آخری فقرہ یہ ہے: "لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ" (تاکہ وہ (کتاب الہی) لوگوں کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کر سکے۔

(بقرہ: ۲۱۳)۔ اس اعتبار سے کتاب الہی میں ہر دور کا "حکم" موجود رہتا ہے اور وہ ہر دور کے لئے "حاکم" یا جج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی بنا پر ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے کہ تم اپنے کسی بھی "مسئلے" میں اختلاف کر بیٹھو تو اس کا محاکمہ کتاب الہی کی روشنی میں ہوگا۔ جس میں تمہارے تمام شرعی و فکری مسائل کا حل موجود ہے: "وما اختلفتم فیہ من شئی فحکمہ الی اللہ"

(اور تم جس بات میں بھی اختلاف کر بیٹھو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ (شوری: ۱۰)۔ اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافی مسائل میں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، جیسا کہ حسب ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ "وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الہیم ولعلہم یتفکروں" (اور ہم نے آپ کے پاس یہ تذکرہ (قرآن) بھیج دیا ہے تاکہ آپ اس کے مضامین کی وضاحت کر دیں اور پھر وہ (ان مضامین میں) غور کر سکیں۔ (نحل: ۴۴) "وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لہم الذی

اختلفوا فیہ" وهدی ورحمۃ لقوم یؤمنون" اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اسی غرض سے اتاری ہے کہ آپ لوگوں کے اختلافات کو کھول کر بیان کر دیں اور وہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت و رحمت کا باعث بن سکے۔ (نحل: ۶۴) "انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین

الناس بما راک للہ ولا تکن للخاصین خصیماً" (ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس یقیناً حقانیت کے ساتھ بھیج دی ہے تاکہ آپ اللہ کی فہمائش کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکیں آپ بددیانت لوگوں کے طرفدار مت بنئے۔ (نساء: ۱۰۵)۔ اس اعتبار سے منصب نبوت میں شرعی و قانونی مسائل کی تشریح و توجیہ اور باہمی نزاعات میں عدالتی فیصلوں کے ساتھ ساتھ فکری و اختلافی مسائل پر محاکمہ بھی شامل ہے اور یہ آیات ہر اعتبار سے جامع اور وسیع ترین کلیات کی حامل ہیں۔ اور مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق ان تمام اختلافی امور و مسائل کے اصول و کلیات قرآن عظیم میں موجود ہیں جن کی تشریح و تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھی، اور آپ کے بعد یہ

ذمہ داری وارثین رسول پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن عظیم چونکہ ہر دور کیلئے کتاب ہدایت ہے اس لئے ہر دور میں ایسے علماء کی موجودگی ضروری ہے، جو نوع انسانی کے فکری و نظریاتی مسائل میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اسکے بے مثال کتاب حکمت سے استدلال کر کے اسکے درمیان پائے جانے والے اختلافات میں قول و فیصل سننے والے ہوں۔ ظاہر ہے کہ علماء کتاب اللہ کے امین ہیں، لہذا یہ انہیں کا مقام و منصب ہے اور اس لحاظ سے ہر دور کے علماء پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کے علوم و فنون اور فلسفوں کا جائزہ لے کر اختلاف بین الناس کے درمیان محاکمہ کریں اور خدائی دلائل و براہین کے نشاندہی کر کے نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کا باعث بنیں۔ چنانچہ حسب ذیل آیت کریمہ کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ ”اہل ذکر“ یا اہل قرآن کو تمام قرآنی مسائل سے آگاہ رہنا چاہیے، تاکہ عوام یا ”غیر عالم“ لوگ ان سے کسی مسئلے میں سوال کریں تو وہ صحیح جواب دے سکیں۔ ”فستلوا اهل الذكر ان کنتم لاتعلمون“ (اگر تم کو کوئی بات معلوم نہیں ہے تو اہل علم سے پوچھ لو) (نحل: ۴۳)۔ اس آیت کریمہ کا تقاضہ ہے کہ تمام قرآنی مسائل سے آگاہ اہل علم کی ایک جماعت ہر دور میں موجود رہے تاکہ وہ لوگوں کا مرجع و ماویٰ بن سکے اور امت کو درپیش ہر مسئلے اور ہر تنازعے کا معقول جواب دے سکے۔ واضح رہے اس سے لفہ شرعی مسائل مراد نہیں ہیں اور اس آیت کریمہ میں اس قسم کی کوئی تحدید یا کوئی دلیل موجود نہیں ہے، بلکہ یہ آیت سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی قرآن حکیم کے کل موضوعات اور اس کے جملہ علوم و مسائل پر حاوی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اسکے بعد متعلقہ آیت کریمہ مذکور ہے جس میں مندرجات کی تشریح و توجیہ ہے اور یہ آیت اوپر گزر چکی ہے اور اس کی مزید دلیل یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں ”ذکر“ کا لفظ مشترکہ طور پر موجود ہے۔ واضح رہے بہت سے مقامات میں قرآن حکیم کو بطور ایک وصف ذکر کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اپنے نادر اور حیرت انگیز ”مذکروں“ کی بنا پر عالم انسانی کو ”متنبہ“ کرنے یا ”چونکانے والا“ دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال ایک دوسرے مقام پر علماء کے مقام و منصب کے بارے میں ارشاد ہے: ”کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا یتہ ولیتذکر لولوالالباب“ (یہ انہی مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کے پاس بھیج دی ہے تاکہ وہ (لوگ) اسکی آیات میں تدبر کریں اور پختہ عقل والے (اسکے انوکھے مضامین پر) متنبہ ہو سکیں) (ص: ۴۹)۔ دیکھئے اس موقع پر ”مذکر“ کا جو لفظ لایا گیا ہے وہ بھی ”غیب“ پر دلالت کر رہا ہے یعنی ذہن میں بطور ”حدس“ کوئی بات یا کوئی بھولی بیسری حقیقت آجانا اور یہ بات عموماً اس وقت ہوتی ہے جب کسی حقیقت کو دیکھ کر اچانک ذہن میں کوئی دوسری

حقیقت خود بخود آجائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ عصری علوم و فنون کے حقائق کو مستحضر رکھتے ہوئے قرآن حکیم کے ابدی حقائق کا مطالعہ اور ان دونوں کا تقابل کیا جائے۔ اسکے نتیجے میں عجیب و غریب معانی و مطالب ذہن میں آنے لگتے ہیں اور اسرار و معارف خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں۔ جب قرآن عظیم کا علمی اعجاز کھل کر سامنے آتا ہے اور خدائے علیم و خیر کے ”احاطہ جزئیات“ کی حقیقت و کیفیت منکشف ہو جاتی ہے کہ اسکا علم ازلی مستقبل میں پیش آنے والے تمام علوم و مسائل اور کائنات کے ایک ایک جزئیہ پر محیط ہے اور اس عالم ہست و بود کی کوئی چیز اسکی باریک بین نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ اس طرح اسکے علم ازلی کا آفاقی اور عینی و بصری طور پر مشاہدہ ہو جاتا ہے اور اسی علم ازلی کی بنا پر اس نے اپنے کلام برحق میں ہر چیز کی پہلے ہی سے خبر دے رکھی ہے تاکہ علوم و فنون کے ترقی کے بعد اس کلام حکمت کے جلوے ظاہر ہوں اور لوگوں کو یقین ہو جائے کہ اس عالم عالم رنگ و بو کے ماوراء ایک عظیم اور عالی صفات ہستی ضرور جلوہ افروز ہے جو پس پردہ رہ کر اپنے فوق الطبیعی کرشمے دکھا رہی ہے اور اسکے وجود کی نشانیوں سے یہ پورا صحیفہ فطرت پٹا پڑا ہے۔ غرض قرآن اور علوم و فنون کے تقابل سے دو قسم کی چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ایک قرآنی حقائق و معارف سے مطابقت رکھنے والی اور دوسرے اسکی مخالفت کرنے والی۔ لہذا جو بائیں مطابقت رکھنے والی ہوں وہ حق ہیں اور جو اس سے ٹکرانے والی ہیں وہ باطل ہیں۔ اس طرح قرآن عظیم اپنے ”فرقان“ ہونے کے اعتبار سے ”حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والا“ قرار پاتا ہے اور یہی اسکا وہ زبردست روپ ہے جو ”لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ“ (بقرہ: ۲۱۳) کے عین مطابق ہے گویا کہ اس کتاب حکمت میں ”افکار و نظریات“ ملتے ہیں اور وہ ایک ایسی میزان ہے جو کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کرنے والی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے تحریر کیا ہے کہ کتاب الہی میں علمی و فلسفیانہ ہر قسم کے اختلافات پر محاکمہ موجود ہے۔ جب کتاب و سنت کے نصوحی اور اہل اصطلاحات کے معانی و مطالب کا تقابل کیا جائے تو حکم الہی ظاہر ہو جائے گا۔ اور اس کیلئے کتاب و سنت اور اہل فنون کے الفاظ و معانی کی معرفت ضروری ہے۔ جس کے نتیجے میں کتاب اللہ کی موافقت یا مخالفت ظاہر ہو جائے گی (۱)۔ اور امام شافعیؒ کتاب اللہ کی ہمہ گیر اور اس کی جامعیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ جب بھی کسی دیندار شخص کیلئے کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو کتاب الہی میں اس کی دلیل (حل) بطور ہدایت ضرور مل جائے گی۔ ”قال الشافعی“

(۱) خلاصہ از موافقت صحیح المنقول ۵۶/۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۰

فلیست تنزل باحد من اهل دین اللہ نازلۃ الاوفی کتاب اللہ الدلیل علی سبیل الہدیٰ فیہا“ (۲) اور پھر موصوف نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں حسب ذیل آیات پیش کی ہیں: ”کتاب انزلنہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور“ (یہ کتاب ہم نے تجھ پر اتاری ہے تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے)۔ (ابراہیم: ۱)

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الہیم ولعلہم یتفکرون“ (اور ہم نے آپ کے پاس یہ تذکرہ (قرآن) بھیج دیا ہے تاکہ آپ اس کے مضامین کو کھول کر بیان کر دیں اور وہ ان میں غور کر سکیں)۔ (نحل: ۴۴)۔ ”وانزلنا علیک الکتاب قیانا لکل شئی وھدی ورحمة وبشری للمسلمین“ (اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے اور وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت رحمت اور خوشخبری ہے)۔ (نحل: ۸۹) چنانچہ قرآن حکیم کے یہ بیانات جس طرح شرعی و اخلاقی اور قانونی مسائل کے جامع ہیں اسی طرح وہ فکری و نظریاتی علوم و مسائل کے بھی جامع ہیں۔ کیونکہ یہ کلام ہر اعتبار سے بنی آدم کیلئے ہادی و رہنما ہے۔ چونکہ ہر دور میں دین الہی کی تجدید ضروری ہوتی ہے اس لئے خدائے عظیم و خیر نے اپنے ابدی و سرمدی کلام کو تمام علوم اور ہر قسم کے علمی اسرار و معارف سے لیس کر دیا ہے تاکہ وہ ہر دور و خرفانہ نظریات اور مادہ پرستانہ فلسفوں کا مقابلہ کر سکے اور باطل کی سرکوبی کرتے ہوئے اپنا رہبرانہ پارٹ ادا کر سکے۔ لہذا آج علمائے اسلام پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے مشن کے مطابق صحفہ ربانی کی حقیقت اور اس کے علمی اعجاز کو سمجھیں اور پھر قرآن اور جدید علوم کا تقابل اور باطل فلسفوں کا رد کر کے عصر جدید کے سب سے بڑے چیلنج کا جواب دیں، تاکہ دین الہی کا بول بالا ہو سکے اور یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔

(۲) الرسالة، ایڈٹ کردہ احمد محمد شاکر، ص ۲۰، مطبوعہ مصر ۱۹۷۹ء

بقیہ ص 24

(۲۱) علم دین کا لب لباب :- پوری زندگی میں جو کچھ پڑھا اور پڑھایا اس کا تمام تر لب لباب صرف عین چیزیں ملی ہیں۔

(۱) کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑی ہے۔ اللہ اکبر

(۲) کہ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر

(۳) کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ ولذکر اللہ اکبر

ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم